محمود غزنوی کی ہندستانی مہمات اور نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ - تنقیدی مطالعہ

Indian campaigns of Mahmud Ghaznavi and Colonial Narrative of the history; A Critical analysis

ڈاکٹر یاسر عرفات*

ضیاء الرحمن ضیاء**

ABSTRACT

British Government and the colonial power in the Indo Pak subcontinent influenced all departments and spheres of life. Like other major channels and forums of the government, colonial power also focused on education to license and to strengthen their regime in the region. They established and introduced a new narrative of Indian history. In this colonial narrative Indian campaigns of Mahmud of Ghaznavi got the vital position. They interpreted the campaigns according to their colonial needs so they committed distortion in narration of historical facts. Colonial narrative affected a lot to the local population through the promotion of the textual books written according to the new narrative. Many Hindu and Muslim historians have written the history of the region in the light of colonial narration. In this article colonial narrative of the Indian history has been critically analyzed in the context of Indian campaigns of Mahmud of Ghaznavi.

Keywords: Mahmud, ghaznavi, Colonial, History, Romila Thapar

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

تاریخ کے علم کو دیگر تمام علوم کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور منفرد سمجھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ اسے ام العلوم بھی کہا گیا ہے اسی طرح ہر دور میں اس علم کی غیر معمولی افادیت اور اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے پچھلے کچھ عرصہ میں سماجی علوم (Social Sciences) نے بہت زیادہ توجہ حاصل کی ہے اس لیے علم تاریخ کو بھی بڑے پیمانہ پر موضوع بحث و تحقیق بنایا گیا ہے۔ معاصر عالم میں دنیا کے مختلف خطوں کی تواریخ بارے نئی تحقیقات تاریخ کے مختلف ادوار اور تاریخ کے مختلف کرداروں بارے بحث و تنقید کے نئے دروا کر رہی ہیں ۔ تاریخ عالم میں برصغیر کی تاریخ نمایاں حیثیت کی حامل ہے خاص طور پر اس خطہ میں مسلمانوں کی آمد واقتدار اور اسکے اثرات تاریخ کے قاری کی دلچسپی کا موضوع ہے کہ جس پر بہت زیادہ تحریری سرمایہ تاریخ کے پاس محفوظ ہے۔ برصغیر کی تاریخ کے محفوظ تحریری ذخیرہ میں ایک نمایاں حصہ میں مذکور شخصیت محمود غزنوی غزنوی کی ہے۔ غزنوی کی ہندستانی مہمات، انکے اسباب و مقاصد اور نتائج واثرات پر قدیم وجدید تاریخ نویسوں نے بہت لکھا ہے۔ خاص طور پر نو آبادیاتی سامراجیت (برصغیر پر انگریز کی حکمرانی کا دور) کے عہد میں جو تاریخ لکھی گئی اس میں محمود غزنوی غزنوی کی شخصیت اور اسکی ہندستانی مہمات کی نوعیت پر مفصل تحریری سرمایہ وجود میں آیا۔ مجموعی طور پر انگریزی عہد میں جو تاریخی ادب یا تاریخی مواد وجود میں آیا اس نے برصغیر کے سیاسی و سماجی حالات پر غیر معمولی اثرات مرتب کیے۔ اپنی آمد اور اقتدار کو جواز فراہم کرنے اور عوامی تائید و حمایت کے حصول کے لیے تاریخ کا سیاسی استعمال کیا گیا۔ اور ایسے تاریخی بیانیہ (Historical Narrative) کو وجود بخشا گیا کہ جو مقامی آبادی کے تقسیم در تقسیم ہونے اور باہمی سخت دشمنی پر منتج ہوا۔ مسلمانوں اور مسلمان حکمرانوں کو مقامی آبادیوں خاص طور پر اکثریتی آبادی یعنی ہندوؤں، ہندو دھرم اور انکی تاریخ و تہذیب کے سب سے بڑے دشمن کے طور پر متعارف کروایا گیا۔ اپنی اجنبیت اور نو آبادیت سے توجہ ہٹانے کے لیے مسلمان حکمرانوں کو بیرونی حملہ آور کہا گیا اور تاریخ کا آریائی نظریہ (Aryan Theory) وضع کیا گیا تاکہ اس تاثر کو فروغ دیا جائے کہ انگریزوں کا نسلی رشتہ بھی آریاؤں سے ہے اس لیے برصغیر پر ان کی حکومت ہندستانی آریا نسل کا ہی تسلسل ہے۔ مسلمان کے بارے میں یہ تاثر قائم کرنے کی مقدور بھر کوشش کی گئی کہ انہوں نے ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو تباہ و برباد کیا، انہیں زبردستی اپنے دین میں داخل کرنے کی مساعی کی جاتی رہی اور ہندوؤں کے مندر گرا کر وہاں مساجد تعمیر کی گئیں۔

اس حوالہ سے نئے تاریخی بیانیہ کے لیے جو سب سے اہم تاریخی دستاویز تیار گئی وہ دو شخصیات ہنری ایلیٹ (Henry Elliot) اور ڈاؤسن (Dowson) نے تیار کی۔ اس میں تاریخی مواد کو اس انداز میں ترتیب

دیا گیا کہ جس نے مسلمانوں اور ہندوؤں میں باہمی منافرت کو اس سطح پر پہنچا دیا جہاں سے واپسی ممکن نہ رہی.

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس کتاب کی سنگینی اور ضرر رسانی کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"In his attempt to serve the imperialistic needs of the British government of India, Sir Henry Elliot blurred our historical perspective and by his subtle insinuations, poisoned the springs of our national life. For generations these volumes have been the base of countless text books on Indian history and the virus do imperceptibly injected by Elliot has dangerously affected the ideology of three generations."[1]

پروفیسر نظامی کے بقول ہندستان کی برطانوی سرکار کے استعماری مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہنری ایلیٹ نے اس خطہ کی تاریخ میں تحریف کی۔ اس کی متعصبانہ سوچ نے مقامی آبادی میں منافرت کا زہر گھول دیا۔ ہنری کی تیار کردہ تاریخی دستاویز بے شمار نصابی کتب کا ماخذ بنی اور اس کے ذریعے جو زہر گھولا گیا اس نے تین نسلوں کو نظریاتی طور پر متاثر کیا۔

نوآبادیاتی اور انگریز مورخین نے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ مسلمانوں نے ہندو رعایا پر بہت مظالم ڈھائے اور ان کا استحصال کرتے رہے۔ جیمس مل (James Mill) نے تاریخ برطانوی ہند (History of British India) لکھی۔ اس نے سب سے پہلے ہندستان کی تاریخ کو مسلمان اور ہندو ادوار میں تقسیم کیا اور دونوں کے سماجی نظاموں کے اختلافی امور کو اجاگر کیا تا کہ باہمی منافرت بڑھے اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں سماجی اتحاد و یگانگت قائم نہ رکھے۔ معروف محققہ رومیلا تھاپر لکھتی ہیں کہ مل سے قبل ہی اٹھارویں صدی میں ایسی کاوشیں شروع ہو گئی تھیں۔ وہ لکھتی ہیں:

"Apart from the periodization of James Mill, there was also the added, unquestioned assumption going back to the eighteenth century in the writings of William Jones and, almost a century later, in the work of Max Muller, that Muslim rule had been uniformly tyrannical and oppressive towards Hindu subjects. Since no evidence is quoted, it can only be assumed that these were again attitudes simmering from the time of the Crusades and the general rivalry between the European and Islamic world over trade and territory in subsequent times." [2]

رومیلا تھاپر کے بقول جیمس مل کی ادوار سازی سے قبل ہی ایسی مساعی کے نظائر ملتے ہیں کہ جس کے ذریعہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہم منافرت کو فروغ دینا تھا۔ ولیم جونز اور اس سے ایک صدی بعد میکس ملر کی تحریروں میں مشترک موقف اپنایا گیا کہ ہندستان پر مسلمانوں کی حکومت و اقتدار آغاز سے اب تک تسلسل کے ساتھ ہندو رعایا پر ظلم کے پہاڑ ڈھا رہا تھا۔ تھاپر لکھتی ہیں کہ دونوں نے اپنے موقف کے حق میں کوئی دلیل نہیں دی اس کے بقول دونوں مورخین کے اذہان میں صلیبی جنگوں کا زمانہ اور یورپی لوگوں اور مسلمان دنیا میں

مختلف ادوار میں تجارت اور علاقوں کی وجہ سے جو محاذ آرائی تھی اس کے اثرات ترو تازہ تھے گویا وہ مذکورہ محققین کہ نقطہ نظر کی وجہ ان کی ماضی میں موجود مسلمان دشمنی کو قرار دیتی ہیں۔

عہد استعمار کے محامیان نے انگریز کی آمد کو مسیحا کی آمد قرار دیا کہ جس کے اقتدار نے ظلم و بربریت کی چکی میں پستے لوگوں کو آ بچایا اور عدل و انصاف کے عظیم دور کی بنیاد رکھی۔

ایچ جی کین (H.G.Keene) اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The English has been the saviors of India. During whole centuries the history of India presents one continuing spectacle of murder and devastation. The bloody era terminates with the conquest of India by English, whose rule has been in comparably more mild, human and just, than all governments under which the Hindus have ever lived."[3]

غزنوی اور نو آبادیاتی مورخین: ہندوؤں اور مقامی آبادی کے بڑے دشمن کے طور پر پیش کرنے کے لیے تاریخ کی جن مشہور مسلمان حکمرانوں کا انتخاب کیا گیا ان میں اہم ترین محمود غزنوی غزنوی کی ہے۔ جس کی ہندستان میں آمد و رفت کا دورانیہ کافی طویل ہے۔ ان کی ہندستانی مہمات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ محمود غزنوی کی مہمات کی تعداد کے بارے میں بہت مبالغہ کیا گیا۔ ہندستان پر غزنوی کے سترہ حملے مشہور کر دیئے گئے۔[4] حالانکہ سترہ کا عدد کسی بھی مستند تاریخی حوالہ سے درست نہیں۔ ایک دو مورخین نے سولہ مہمات ذکر کی ہیں۔[5] لیکن زیادہ تر مؤرخین نے آٹھ سے تیرہ کا عدد ذکر کیا ہے۔[6] نو آبادیاتی بیانیہ کے تحت لکھی گئی تاریخ میں محمود غزنوی کی شخصیت کو متعارف کرواتے ہوئے اسے سفاک اور حد درجہ لالچی قرار دیا گیا۔ ہنری ایلیٹ نے لکھا:

"------------ ferocious and insatiable conqueror."[7]

لین پول نے عہد وسطی کا ہندستان (Medieval India) کے نام سے لکھی تاریخ میں غزنوی کو غارت گر قرار دیا۔ وہ لکھتا ہے:

"Thirty years had Mahmud ravaged Hindustan from Indus to Gangues;"[8]

فاضل مورخ کے بقول محمود غزنوی تیس سال تک دریائے سندھ سے دریائے گنگا تک ہندستان کو تاخت و تاراج اور پامال کرتا رہا۔

سامراجی عہد کے مورخین نے محمود غزنوی غزنوی کو سفاک، لالچی اور غارت گر قرار دینے کے ساتھ ساتھ دولت کا رسیا اور لوگوں کو زبردستی اپنے دین میں شامل کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ روپر لیتھبرج (Roper Lethbridge) نامی انگریز مورخ نے تاریخ ہند لکھی جس کا مقصد یونیورسٹی کے طلبہ کو ان کی تاریخ

سے متعارف کروانا تھا۔ اس تاریخ ہند میں غزنوی کی "شخصیت سازی" کی مضحکہ خیز مساعی کی گئی۔ لیتھبرج نے لکھا کہ محمود غزنوی اپنے باپ کے ساتھ لاہور کے راجہ کے خلاف جنگ میں شریک تھا اوراس وقت وہ نوجوان تھا۔ اس نے جب ہند کے راجاؤں کی دولت دیکھی اور غزنہ کے مضبوط اور جفاکش سپاہیوں کے ہاتھوں راجپوتوں کو قتل ہوتے دیکھا تو اس نے اس وقت مصمم ارادہ کر لیا کہ باپ کے بعد جب وہ بادشاہ بنے گا تو ہندستان کو فتح کرے گا۔ لیتھبرج لکھتا ہے:

"He observed with keen pleasure both the great riches of the Indian Rajas, and the ease with which even the bravest of the Rajputs were slaughtered by the hardy and strong mountaineers of Ghazni;and he determined that, on succeeding his father as Sultan of Ghazni , he would devote himself to the conquest of India. In the year 996A.D. Sabaktigin died, and Mahmud immediately proceeded to carry out his early determination".[9]

لیتھبرج کے بقول باپ کی وفات کے فوری بعد غزنوی نے اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کاوش کر ڈالی اور ہندستان پر حملہ کیا۔

کسی مورخ کی طرف سے ایک حکمران یا سپہ سالار کی نیت اورارادوں کی ایسی تعیین کو تاریخی تحریف اور تاریخ سازی کی کوشش کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ غزنوی کے مصمم ارادہ بارے لیتھبرج کی رائے نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ کے ان درجنوں تفردات میں سے ایک تفرد ہے جو تاریخی دلائل و شواہد سے محروم ہیں۔ روپر لیتھبرج اسی پر بس نہیں کرتا وہ محمود غزنوی کے ذہن میں ایک نئی خواہش بھی ڈالتا ہے کہ غزنوی صرف دولت پر ہاتھ نہیں صاف کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ مغرور راجپوتوں کو زبردستی اپنے دین میں بھی شامل کرنا چاہتا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

"His earnest wish was both to possess himself of the wealth of India, and also to force the proud Rajputs to accept the Muhammadan Religion."[10]

ہندوؤں کو زبردستی اپنے دین میں داخل کرنے کی بات غزنوی پر تہمت کہی جاسکتی ہے جس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ استعماری سامراجیت کے مفادات کے تحت لکھی گئی ایسی کتب تاریخ نے غیر معمولی اثرات ڈالے۔ نوجوانوں کے اذہان میں غزنوی کی ایسی صورت نے وجود پایا جو حقائق سے لگا نہیں کھاتی تھی۔ لیتھبرج کی لکھی تاریخ میں متعارف کروائے گئے بیانیہ کو بعد کے کئی ہندو اور مسلمان مورخین نے حقیقی بیانیہ تاریخ کے طور پر پیش کیا۔

ای مارسڈن(E.Marsden)نامی انگریز مورخ نے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے ابتدائی سطح

کے طلبہ کے لیے تاریخ ہند تحریر کی۔ اس تاریخ میں فاضل مورخ نے لیتھبرج کی طرح غزنوی کے دل و دماغ کے نہاں خانوں میں وجود پانے والے اس ارادہ کی نشاندہی کی کہ جس کی وجہ سے وہ ہندستان پر حملہ آور ہوا۔ وہ لکھتا ہے:

"Mahmud had often seen the long strings of camels laden with rich goods from India on their way to Persia, and had learned from the merchants where the richest temples and cities lay. Soon after he became king, he determined to invade to invade Hindustan and plunder the rich temples and cities of that country."[11]

مارسڈن کے بقول غزنوی اکثر ہندستان سے ایران جاتے قیمتی سازو سامان سے لدے اونٹوں کے قافلے دیکھتا اور پھر وہ تاجروں سے مال و دولت سے مالا مال مندروں اور شہروں کے بارے معلومات حاصل کرتا اور اقتدار پالینے کے فوری بعد اس نے مصمم ارادہ باندھ لیا کہ وہ ہندستان پر حملہ کرے گا اور اس کے امیر مندروں اور شہروں کو لوٹے گا۔ تاریخ کے سیاسی استعمال کی یہ بدترین مثال ہے کہ تاریخ کے کسی اہم کردار کو اس طرح مجروح کیا جائے کہ وہ سراپا لالچ و سفاکیت سمجھا جانے لگے۔ اس طرح کا دعوی کوئی مورخ تو کجا شاید غزنوی کے اعزہ واحباب بھی نہیں کرسکتے کہ وہ ایسے ارادوں کو من میں پال رہا تھا۔ غزنوی کے بارے میں ایسا دعوی لیتھبرج اور مارسڈن جیسے مورخین کے علاوہ پوری تاریخ میں کسی نے نہیں کیا۔ تاریخ نویسی کی ایسی مساعی کو تاریخ سازی سے تعبیر کیا جانا زیادہ بہتر ہے۔

تاریخ ہند کے انگریز مورخین میں جے سی ایلن (J.C.Allen) بھی شامل ہے جس نے تاریخ ہند کا بیانیہ تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ ہندستان کی تاریخ کے عظیم کرداروں کے بارے کتاب تحریر کی۔ اس تصنیف میں غزنہ کے محمود غزنوی کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ ایلن بھی غزنوی کو متعصب، ظالم اور لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے والا قرار دیتا ہے لیکن ما قبل ذکر کردہ مورخین کی طرح وہ بھی اپنے دعوؤں کو ثبوت و شواہد سے مزین نہیں کرتا۔ وہ لکھتا ہے:

"…He did not reason with them and try to change their faith by peaceful means, but he sacked cities, and put to the sword all who would not change their faith."[12]

ایلن کے بقول محمود غزنوی نے علمی و عقلی دلائل کے ذریعے لوگوں کے اذہان بدلنے اور انکے عقائد میں تبدیلی کی کوشش نہیں کی۔ شہروں میں تباہی مچانے کے ساتھ ساتھ وہ دین نہ بدلنے والوں (یعنی اسلام قبول نہ کرنے والوں) کو موت کے گھاٹ اتار دیتا.

غزنوی کے ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایلن لکھتا ہے:

"They plundered cities, tore down temples, killed the sacred Brahmans whom the Hindus revered, set fire to villages and corps, turned yellow cornfields into charred wastes, and happy homes into ruins."[13]

فاضل مورخ کے بقول محمود غزنوی کے ساتھیوں نے شہروں کو لوٹا، مندر ڈھائے اور متبرک برہمنوں کو قتل کیا کہ جن کی ہندو بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ دیہاتوں اور فصلوں کو آگ لگا کر تباہ کیا اور پختہ غلوں کے کھیت جلا دیئے۔ خوش و خرم گھروں کو ماتم کدوں میں تبدیل کر دیا۔ ایلن کے منقولہ الفاظ غزنوی اور اس کے ساتھیوں کو وحشی و درندہ صفت مخلوق ثابت کرنے کی مساعی ہے کہ جس کا مقصد مسلمانوں کے بارے میں نفرتوں کو انتہائی درجہ پر پہنچانا ہے اور انگریز سرکار کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نرمی کے جذبات پروان چڑھانا ہے۔ کہ جو اتنے سفاک لوگوں کے مقابلے میں گویا مسیحا بن کر آئے۔ ایلن نے محمود غزنوی کی مخالفت میں حد درجہ مبالغہ کرتے ہوئے تاریخی حقائق کو مسخ کر رکھ دیا۔ مصدقہ نظائر و امثلہ سے محروم یہ دعوے محض مورخ کے اختراع کردہ ہیں جو علم تاریخ اور طبقہ مورخین پر بدنما داغ سے تعبیر کیے جاسکتے ہیں۔

غزنوی اور سومنات کی مہم: محمود غزنوی غزنوی کی ہندستانی مہمات میں سے جس مہم کو بہت زیادہ اُجاگر کیا گیا وہ سومنات کی مہم تھی۔ اس مہم کو غیر معمولی مبالغہ سے مرصع کیا گیا۔ ابتدائی طور پر اسے نو آبادیاتی سامراجیت کے بیانیہ تاریخ کے مطابق انگریز مورخین نے اچھالا اور بعد میں اسے عظیم تاریخی حقیقت کا مقام حاصل ہو گیا۔ رومیلا تھاپر لکھتی ہے:

"….Yet it came to be argued in the nineteenth century that the attack on Somanatha by Mahmud had brought about a trauma among the Hindus and an inveterate hatred for the Muslims. Initially, this statement was axiomatic to the colonial view of the event, but gradually it entered the mainstream reading of the history of these times."[14]

پروفیسر تھاپر کے بقول انیسویں صدی کے مورخین (انگریز نو آبادیاتی مورخین) نے اس بحث کو اجاگر کیا کہ سومنات پر محمود غزنوی کے حملے نے ہندوؤں میں طوفان بپا کر دیا تھا اور ان میں مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو گئی تھی ابتدائی طور پر تو واقعہ کا یہ تصور نو آبادیاتی دانشوروں تک محدود رہا لیکن بعد میں آہستہ آہستہ ہندستان کی تاریخ نویسی کے رواں دھارے کا حصہ بن کر پڑھی جانے والی تاریخ میں شامل ہو گیا۔ غزنوی کی سومنات کی مہم بارے تاریخ فرشتہ کے بیانیہ کو مصدقہ بیانیہ کے طور پر اختیار کیا گیا۔ ڈو(DOW) نامی مورخ نے تاریخ ہندستان لکھی اور اس میں فرشتہ کے بیانیہ کو ہی دوہرایا۔ ڈو کو بہت پڑھا گیا اور اس کے ذکر کردہ بیانیہ کو بعد والے اکثر نو آبادیاتی مورخین نے نقل کیا اور یوں فرشتہ کے بیانیہ کو تاریخی حقیقت بنا دیا گیا۔

نو آبادیاتی محققین اور دانشوروں نے اس بیانیہ کو کیوں اتنی اہمیت دی اس بارے رومیلا تھاپر لکھتی ہے:

"The colonial interest in the story may have grown from two factors: that by focusing on the Turko – Persian representations of the event, the antagonism between the Hindus and Muslims could be highlighted; and the statement Mahmud found India a garden but converted it into desert would require that the colonial power replant the

desert, converting it into a garden and, in this process, emphasizing the destructiveness of Mahmud and of subsequent Muslim rule."[15]

پروفیسر تھاپر کے بقول دو وجوہات کی بنا پر نو آبادیاتی فکر کو اس کہانی (تاریخ فرشتہ میں مذکور واقعہ سومنات) میں دل چسپی تھی۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ترکوں کے فارسی بیانوں کو مرکز توجہ بنا کر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت و دشمنی کو بڑھاوا دیا جائے اور دوسرا اس تصور کو عام کرنا تھا کہ محمود غزنوی نے جنت نما ہندستان کو تباہ کر کے بنجر بنا دیا اور نو آبادیاتی قوت نے اس بنجر صحرا میں پھول کھلائے اور ہندستان کو جنت بنا دیا۔ اس تناظر میں محمود غزنوی اور مابعد کے مسلمان حکمرانوں کے تباہ کن کردار پر زور دیا گیا۔

محمود غزنوی کی سومنات کی مہم کے حوالہ سے متعارف کروائی گئی کہانی صرف مندر کی تباہی اور مال و دولت کی لوٹ مار پر بس نہیں ہوئی بلکہ یہ بھی لکھ دیا گیا کہ سومنات سے واپسی پر سلطان محمود غزنوی غزنوی مندر کے دروازے بھی غزنہ لے گیا۔ جے سی ایلن لکھتا ہے:

"He took the temple gates with him to Ghazni with a million pounds worth of treasure."[16]

ایلن کے بقول محمود غزنوی سومنات مندر کے بیش قیمتی دروازے بھی اپنے ساتھ غزنہ لے گیا۔

نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ- تحلیل و تجزیہ:

ہندستان میں مسلمانوں کی آمد نے اس خطہ ارضی کو زندگی کے تمام میادین میں تعمیر و ترقی کی اعلی منازل سے ہمکنار کیا۔ علم و ادب سے لے کر سیاست و معیشت، سماجی یگانگت، باہم اعلی اخلاق و مروت کے فروغ اور مذہبی رواداری کے حوالہ سے مسلمانوں کی کاوشیں گراں قدر ہیں۔ مقامی آبادی کی غالب اکثریت ہندو مذہب سے منسلک تھی۔ مجموعی طور پر مسلمان حکمرانوں کا ان سے رویہ مثالی رہا۔ مسلمان اقتدار میں انہیں مذہبی آزادی حاصل رہی۔ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی عمدگی کو دیکھ کر بہت سارے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اٹھارویں صدی میں نو آبادیاتی طاقت (برطانوی سامراج) نے ہندستان میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے بعد ہندو اکثریت میں اپنی قبولیت کے لیے مسلمانوں کے دور حکومت کو دور ظلمت (Dark Ages) قرار دیا۔ تقسیم کرو اور حکومت کرو کے اصول کو عملی طور پر برتا گیا۔ برسہا برس سے امن و محبت کی فضا میں بسنے والی آبادی کو باہمی تنفر کا ٹیکہ لگا دیا گیا۔ اس حوالہ سے جو اقدامات کیے گئے ان میں سب سے اہم یہ تھا کہ برطانوی سامراج کے اقتدار کو سند جواز بخشنے کے لیے مسلم عہد کو ہدفِ تنقید بنا کر تاریخ ہند کا ایک نیا بیانیہ متعارف کروایا گیا۔ جس میں مسلمانوں کو ہندو آبادی، ان کی روایات اور مندروں کو مسمار کرنے والے وحشیوں کے روپ میں پیش کیا گیا۔ مسلمان سلاطین و حکمرانوں میں سے جس شخصیت کو اس حوالہ

سے خاص طور پر نشانہ بنایا گیا وہ سلطان محمود غزنوی غزنوی ہے۔ برطانوی عہد میں متعارف کروائے گئے بیانیہ تاریخ میں محمود غزنوی غزنوی کو حریص، لٹیرا، غارت گر، سفاک و مذہبی جنونی، مندر تباہ کرنے والا اور تلوار کے ذریعہ سے ہندوؤں کو مسلمان بنانے والا ثابت کرنے کی باقاعدہ مساعی کی گئی۔ جس میں بڑی حد تک کامیابی ملی۔ اور اس بیانیہ نے مقامی سماج کو تو متاثر کیا ہی علم و تحقیق کے ماہرین بھی اس کا شکار ہوئے۔ بہت سارے مسلمان اور ہندو مورخین نے اپنی تحقیقات میں اسی بیانیہ کو من و عن تسلیم کرتے ہوئے مستند ثابت کرنے کی کوشش کی۔ معروف محقق و مورخ سید سلیمان ندوی نے سامراجی عہد میں لکھی گئی تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں ہندوستان کی جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے وہ بالکل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھ کر پڑھائی جاتی ہے اور اسی مقصد کو سامنے رکھ کر تاریخ ہند کی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں قدیم ہندوستان کی تاریخ کو کہنا چاہیئے کہ گویا وہ سکندر اور اس کے جانشینوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا ہے اسی حملہ سے ہندوستان کی کایا پلٹ ہوئی اس کو علم و فن کی دولت ملی، تاریخ کی دنیا میں اس نے زندگی پائی۔ سکندر کے حملہ اور سفر کے ایک ایک راستہ کا پتہ لگانا، بگڑے ہوئے یونانی ناموں کو درست کرنا اور انکے الٹے بیانوں کو مرتب اور منظم کر کے پیش کرنا ہندوستان کی پرانی تاریخ ہے۔ یہی مورخ جب اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا آغاز کریں گے تو چند سطروں میں وحشی عربوں کا اور پھر (نعوذ باللہ) ایک خونخوار پیغمبر کا اور اس کے جانشینوں کے بے پناہ حملوں کا ذکر کر کے صفحہ دو صفحہ میں عرب سے سیدھے غزنی پہنچ جائیں گے۔ یہاں محمود غزنوی کی فوج ہندوستان پر جہاد کرنے کیلئے تیار ملتی ہے اور اس کو لے کر وہ فوراً پنجاب، سندھ اور گجرات پہنچ جاتے اور لوٹ مار کر کے اس کو واپس لے جاتے ہیں پھر ڈیڑھ سو برس کے بعد شہاب الدین غوری کو ہندوستان لاتے ہیں اور اس کے بعد سے قرون وسطی کی تاریخ ہند کا سلسلہ آگے چلاتے ہیں۔"[17]

سید سلیمان ندوی کا یہ اقتباس بھی نو آبادیاتی عہد کے مورخین کی خدمت علم تاریخ کی قلعی کھول رہا ہے کہ اس عہد میں تاریخ نویسی کی بجائے تاریخ سازی کی منظم کوشش کی گئی۔ اس عہد میں تاریخ کا ایک خاص تصور اور بیانیہ متعارف کروایا گیا جو تاریخی حقائق و معروضیت سے لگاؤ نہیں کھاتا۔ محمود غزنوی غزنوی کی سفاکیت اور ظلم و زیادتی کے واقعات افسانوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ مطالعہ تاریخ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مہمات ہند میں کئی مواقع پر اس کے سامنے بڑے بڑے علاقے موجود تھے جن میں اسکا مقابلہ اور مزاحمت کرنے والا کوئی نہیں تھا لیکن غزنوی نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا ایک مہم میں انند پال کو شکست سے

دوچار کرنے کے بعد جب وہ روانہ ہوا تو نگر کوٹ سے پشاور تک کے آباد و سرسبز علاقہ سے گزر کر گیا لیکن نہ تو شہروں اور قصبوں کو لوٹا اور نہ خون کے دریا بہائے حالانکہ اس وقت پورے علاقہ میں کوئی حکمران موجود نہیں تھا۔ انند پال غزنوی کے چلے جانے کے بعد دار لحکومت لاہور آیا۔ اسی طرح ایک مہم کے دوران جب غزنوی ملتان کے قرامطہ کی سرکوبی کے لیے ہندستان آیا تو اس مہم کے دوران راجہ انند پال نے اس کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی محمود غزنوی نے اسے شکست دی راجہ انند بھاگ کر کشمیر کی طرف روانہ ہو گیا اور پہاڑی دروں میں داخل ہو گیا۔ محمود غزنوی نے اس کا پیچھا کرنے کی بجائے ملتان کا رخ کیا اگر وہ لوٹ مار کا رسیا اور مندر ڈھانے کا شوقین ہوتا جیسا کہ نوآبادیاتی مورخین کا دعوی ہے تو اس سے بہتر موقعہ اس کے لیے اور کیا ہو سکتا تھا کہ پنجاب کا سارا علاقہ بغیر کسی حاکم کے موجود تھا لیکن چونکہ وہ قرامطہ کے فتن انگیز فرقہ کے خاتمہ کو زیادہ اہم سمجھتا تھا اس لیے اس نے ملتان کا رخ کیا۔ اسی طرح محمود غزنوی اپنی مہمات میں صلح کرتا اور معاف کرتا بھی دکھائی دیتا ہے۔ قنوج کی مہم کے دوران وہاں کے راجہ نے معافی کی درخواست کی تو غزنوی نے اسے معاف کیا۔ قنوج اس وقت مال و دولت کا بڑا مرکز تھا اور محمود غزنوی کے لیے بڑا موقع تھا اگر وہ دولت کا حریص اور ظالم ہوتا تو راجہ کو قتل کرانے کے بعد شہر میں قتل عام کا حکم دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ہندوستانی مہمات کے دوران غزنوی نے بلاوجہ کسی عبادت گاہ کو نقصان نہیں پہنچایا اس نے صرف انہی مندروں کو مسمار کیا جو سازش کے مراکز کے طور پر استعمال ہو رہے تھے۔ تھانیسر کی مہم وہ پہلی مہم تھی جس میں بت توڑنے اور مندر ڈھانے کا واقعہ پیش آیا محمود غزنوی کی اس مہم میں اسکی فوج میں بارہ ہزار ہندو موجود تھے۔ حقیقت یہ ہے ان ہندو فوجیوں کی نشاندہی پر محمود غزنوی نے مندر کو نشانہ بنایا۔ کسی ہندو فوجی نے کوئی اظہار ناراضی کیا نہ اس کی ملازمت کو ترک کیا۔ [18]

محمود غزنوی کا ہندوؤں کو اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں قتل کروانے یا زبردستی مسلمان بنانے کا دعوی بھی محض دعوی بلادلیل سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہندو محقق و مورخ ڈاکٹر ٹوپا لکھتے ہیں:

"He is not said to have put any person to death for the sake of his conscience.........the Hindus enjoyed full religious freedom under the reign of Mahmud. They were not only employed in the civil administration, but also their services were recruited in the army without considering their religion as an objection."[19]

ڈاکٹر ٹوپا کے بقول محمود غزنوی نے کبھی کسی کو مذہب کی خاطر قتل نہیں کیا۔ اس کے عہد میں ہندوؤں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل رہی وہ نہ صرف انتظامی عہدوں پر فائز رہے بلکہ فوج میں بھی بغیر کسی مذہبی تعصب کے شریک تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقامی راجاؤں کے مظالم، بد انتظامی اور اور ناانصافیوں نے

لوگوں کا جینا اجیرن کر رکھا تھا اس لیے لوگوں نے محمود غزنوی کا ساتھ دینے،اس کی ماتحتی میں کام کرنے اور اس کی فوج میں بھرتی ہونے کو پسند کیا۔ محمود غزنوی نے کسی کو بھی زبردستی مسلمان نہیں بنایا ایک مہم کے دوران ہندو راجہ جے پال کو گرفتار کرکے غزنہ لے جایا گیا جہاں پر وہ آٹھ ماہ رہا لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا اور ہندو کا ہندو ہی واپس آیا غزنوی نے نہ اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا نہ اس کے انکار کرنے پر اسے قتل کروایا بلکہ عزت واحترام کے ساتھ اپنے وطن کو روانہ کیا گیا۔[20]

محمود غزنوی غزنوی کی شخصیت ،کرداراور اسکی مہمات پر تحقیق (مصادر اصلیہ سے براہ راست استفادہ کر کے) کرکے جامعہ کیمبرج برطانیہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے ڈاکٹر محمد ناظم نے غزنوی کے تحت ہندوؤں کی مذہبی آزادی اور محمود غزنوی کی مذہبی رواداری کا تذکرہ کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

"The Hindus enjoyed toleration under the sultan. They were given separate quarters in Ghazna and were permitted free observance of their religious ceremonious."[21]

ڈاکٹر ناظم کے بقول ہندوؤں کو سلطان کے ماتحت رہتے ہوئے پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔اسی طرح غزنہ میں موجود ہندوؤں علاحدہ جگہ دی گئی کہ جہاں پر وہ آزادی سے اپنی مذہبی عبادت اور رسومات سر انجام دیتے۔ اسی طرح ڈاکٹر ناظم محمود غزنوی غزنوی کی شخصیت کو مجروح کرنے والے جدید مورخین کی مساعی کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسے صائب قرار نہیں دیتے۔ ان کے بقول غزنوی کی شخصیت قابل تحسین خصوصیات کی مالک تھی۔وہ لکھتے ہیں:

"some modern historians who had a very superficial knowledge of his career,have tried to depict him in such lurid colours as to give him the character of a brigand chief who took delight in plunder and bloodshed…………….He was endowed with remarkable qualities and an extraordinary military genious."[22]

ڈاکٹر محمد ناظم کے مطابق بعض جدید مورخین نے محض سطحی علم کی بنیاد پر سلطان محمود غزنوی کی تصویر کشی کی کوشش کی ہے۔ جس میں وہ اسے بڑے ڈاکو کی صورت میں پیش کرتے ہیں کہ جو لوٹ مار اور قتل وغارت کا رسیا ہے۔فاضل محقق کے بقول غزنوی شاندار خصوصیات کا حامل تھا اور فوجی اعتبار سے عبقریت کا مالک تھا۔

محمود غزنوی غزنوی کی مہمات ہند میں سے جیسا کہ ماقبل ذکر کیا گیا سومنات کی مہم کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا جس کی بہت ساری وجوہات تھیں جن میں سب سے اہم سومنات میں موجود عبادت گاہ (مندر) کا ہونا اور اس کی تباہی تھی۔ مذہبی بنیادوں پر مقامی ہندو آبادی کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے کی منظم کاوش بار

آور ثابت ہوئی اور ہندو مسلم دشمنی کی دیوار پختہ سے پختہ ہوتی گئی۔ غزنوی کے حوالہ سے سومنات کی تباہی کی دیومالائی (Myth) داستان نے ہندستانی سماج پر غیر معمولی اثرات مرتب کیے۔ دہلی یونیورسٹی کی ایک پروفیسر رومیلا تھاپر نے برسہابرس کی تحقیق کے بعد غزنوی سے منسوب عظیم سومنات مندر کی تباہی کو مبالغہ آمیز واقعہ قرار دیا۔ انہوں نے نویں صدی سے اٹھارویں صدی تک کے سنسکرت، ہندی، گجراتی اور فارسی زبانوں کے بہت سارے مخطوطوں اور بعض دیگر زبانوں کی بھی سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا اور یہ حقیقت منظر عام پر لائیں کہ محمود غزنوی نے کبھی بھی سومنات کو برباد نہیں کیا۔ رومیلا تھاپر کے بقول مندروں کا لٹنا، انکی تباہی اور بتوں کو اٹھا کر لے جانا مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندو راجاؤں اور مہاراجوں میں عام تھا۔ وہ لکھتی ہیں:

"Attacks on Hindu temples by Hindu rulers also date to this time.----. In the early tenth century , Rashtrakuta Indra III takes pride in having destroyed the temple at Kalpa in his campaign against the Pratiharas………The Paramara king of Malwa , Subhatavarman (1194-1209), destroyed the Jaina temple built by the Chaulukya …..A number of kings of Kashmir looted temples, starting with Shankaravarma in the ninth century. According to Kalhana, he plundered sixty-four temples……"[23]

پروفیسر تھاپر کے بقول ہندو حکمران ہندو مندروں پر حملے کرتے رہے ہیں۔ دسویں صدی کے اوائل میں (محمود غزنوی کے حملہ سے قبل) راشٹر کٹ اندرا سوئم نے پار تیہاراؤں کے خلاف اپنی مہم کے دوران کالپا کے مندر کو تباہ کیا۔ اسی طرح مالوہ کے پرمار بادشاہ سبھات ورمن نے چولوکیا کے تعمیر کردہ جین مندر کو تباہ کیا ۔رومیلا لکھتی ہیں کہ کشمیر کے کئی راجاؤں (ہندو) نے مندروں کو لوٹا جس کی ابتدا نویں صدی میں شنکر ورمانے کی۔ کلہانہ کے بقول اس نے چونسٹھ مندروں کو لوٹا تھا۔

سومنات پر غزنوی کے حملے اور اس کے اثرات و نتائج کی مباحث کو نو آبادیاتی قوت نے ایک خاص رنگ اور جہت عطا کی جس کا مقصد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے مقامی آبادی کو تقسیم اور ان میں نفرت کو عام کر کے اقتدار کو مضبوط بنانے کی کوشش کرنا تھا۔ ڈاکٹر تھاپر لکھتی ہیں:

"The Colonial assessment of the raid on Somanatha and its aftermath, as being traumatic and germinating Hindu-Muslim antagonism, was useful to colonial political policy."[24]

محمود غزنوی غزنوی کی سومنات کی مہم کے بارے میں بہت ساری دستیاب تاریخی دستاویزوں میں ذکر تک موجود نہیں ہے۔ گجرات میں محمود غزنوی کے معاصر اور دو سو سال بعد تک کے مصنفین اور شعراء نے محمود غزنوی کے ہاتھوں سومنات کی تباہی اور اس میں موجود دولت کے لٹنے کا کوئی تذکرہ نقل نہیں کیا۔ سومنات کی مہم میں محمود غزنوی کے ہاتھوں اگر مندر کی تباہی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کی وجوہ و اسباب کو بھی مد نظر رکھنا پڑے گا۔ بعض مورخین نے اس مندر کو محمود غزنوی کے خلاف سازشوں کا مرکز قرار دیا۔[25]

غور طلب بات یہ ہے کہ ہندو راجاؤں کے ہاتھوں بڑے پیمانے پر مندر تباہ ہوتے اور اور لٹتے رہے جیسا کہ رومیلا تھاپر نے ذکر کیا ہے لیکن محمود غزنوی کے واقعہ کو ہی غیر معمولی اہمیت دی گئی۔ جس کا مقصد یقینا مسلمان حکمران کو بدنام کرنے کے ساتھ ساتھ ہندو مسلم تعلقات میں بگاڑ لانا تھا۔ انگریز مورخین نے محدود اور مخصوص ماخذ پر انحصار کرتے ہوئے بیانیہ تاریخ ترتیب دیا انہوں نے واقعات تاریخ کو جزوی طور پر دیکھنا اور دکھانا پسند کیا جو تاریخ کو مسخ کرنے کی ہی ایک صورت ہے۔ تاریخ برصغیر کی بڑی بڑی تباہیوں کو نظر انداز کیا گیا اور محمود غزنوی کی مہمات کو تباہ کن قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر تھاپر نے این کے حالی(K.N.Hali) کی ایک تحریر نقل کی ہے وہ لکھتی ہیں:

"K.N.Hali, writing in 1878, mentions the plundering by Mahmud resulting in the oppression of the poor but adds that this was no worse than the bloodshed and plundering of the western Christian nations in later times and especially through their policy of free trade."[26]

کے این حالی نے 1878ء میں تحریر کیا تھا کہ محمود غزنوی کی لوٹ مار کی بدولت غریبوں کا استحصال ضرور ہوا تھا لیکن مغرب کی مسیحی اقوام نے جس طرح لوٹ مار کی اور خون بہایا وہ محمود غزنوی کے مقابلہ میں زیادہ بدترین تھا۔ خاص طور پر جو لوٹ مار آزاد تجارت کی پالیسی کی صورت میں کی گئی۔

سومنات کی مہم سے واپسی پر مندر کے قیمتی دروازوں کو غزنہ ساتھ لے جانے کا مفروضہ وضع کیا گیا اور اسے تاریخی حقیقت بنانے کی مساعی کی گئی۔ 1842ء میں گورنر جنرل لارڈ ایلن برو(Ellen borough) نے سومنات کے دروازوں بارے یہ بات کی کہ محمود غزنوی مندر کے دروازے ساتھ لے گیا۔ اسی بات کو بعد میں نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ میں مستقل جگہ دی گئی اور مورخین (جیسا کہ جے سی ایلن کا ذکر کردہ نقل کیا گیا ہے) نے نقل کرنا شروع کر دیا۔ دروازوں بارے ایلن بروکے دعوی سے متعلق رومیلا تھاپر نے تحریر کیا ہے:

"Where and how he obtained this information about the gates remains unexplained. None of the Turko-Persian accounts refer to Mahmud taking away the gates of the Somanatha temple."[27]

ایلن بروکو کب اور کہاں سے (دروازوں کے غزنہ لے جانے کی) اطلاع ملی تھی اس کی کوئی وضاحت نہیں ملی۔ ترکوں کے فارسی بیانیوں میں بھی اس واقعہ کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

رومیلا تھاپر نے اپنی تصنیف میں اس موضوع پر تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ دروازوں والے واقعہ کی اشاعت بھی سیاسی مقاصد ہی کے تحت تھی جسے دو قوموں اور علاقوں کے لوگوں میں دوریاں اور دشمنی پیدا کرنے کے لیے پھیلایا گیا۔

نو آبادیاتی عہد کی تاریخ نویسی کے تنقیدی مطالعہ سے بہت سارے رازوں سے پردہ اٹھتا ہے اور برطانوی اقتدار کی طرف سے تاریخ کے سیاسی استعمال کی بدترین صورت کا پتہ چلتا ہے۔ محمود غزنوی غزنوی کی شخصیت و کردار اور فوجی مہمات کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے تاریخ کا گہرا اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے والے محققین کے نتائج اور حاصلات کی طرف رجوع یقینی طور پر درست نقطہء نظر قائم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو گا۔ معروف ہندو پروفیسر ڈاکٹر ایشوری پرشاد محمود غزنوی غزنوی کے بارے میں غیر متعصب مورخ کے نقطہء نظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"In his estimate, Mahmud was a great leader of men, a just and uprite ruler according to his own lights, an intrepid and gifted soldier, a dispencer of justice, a patronn of letters, and deserved to be ranked among the greatest kings of the world."[28]

ڈاکٹر پرشاد کے مطابق محمود غزنوی ایک عظیم قائد، قابل اور دلیر فوجی اور عادل حکمران تھا۔ اور بلاشبہ وہ اس قابل تھا کہ اس کا شمار دنیا کے عظیم قائدین میں کیا جائے۔ نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ محمود غزنوی کو غارت گر اور قتل و خون کا پیاسا ثابت کرنے کے درپے دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ تاریخ کو بغیر تعصب کے جانچنے والوں کے نتائج تحقیق اس بیانیہ کو محض من گھڑت داستان سے زیادہ کوئی درجہ نہیں دیتے۔ معروف ہندو مورخ سی وی ویدیہ محمود غزنوی غزنوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"It may also be added that Mahmud did not revel in cruelty as some conquerors did in history.He did not perpetrate those inhuman massacres of innocent and helpless human beings which Changis and Timur two and three centuries after him or even some Mahomedan kings of the Deccan later still ,perpetrated in Asia and India."[29]

ویدیہ کے مطابق محمود غزنوی ظلم و جبر کا رسیا نہیں تھا جیسا کہ تاریخ میں کچھ حکمران (ظالم و جابر) ہو کر گزرے ہیں۔ اسی طرح محمود غزنوی معصوم اور بے یارومدد گار انسانوں کے انسانیت سوز قتل عام کا مرتکب نہیں ہوا تھا جیسا کہ غزنوی سے دو تین صدیوں بعد چنگیز اور تیمور ہوئے تھے یا دکن کے بعض مسلمان بادشاہ کہ جنہوں نے ایشیا اور ہندستان میں قتل و غارت گری کا ارتکاب کیا تھا۔

محمود غزنوی غزنوی کی شخصیت و کردار کے بارے ڈاکٹر محمد ناظم کے نتائج و حاصلات (جو اصل مصادر تک رسائی، بحث و تنقید اور تحلیل و تجزیہ کے بعد سامنے آئے) سلطان اور اسکے دور کی صحیح تصویر دیکھنے میں کافی حد تک مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ناظم نے اپنی تصنیف کے تیسرے حصہ میں بڑی تفصیل سے غزنوی اور اس کی حکمرانی پر بحث کی ہے۔ انکے بقول محمود غزنوی خود ایک صاحب علم اور عمل پرور آدمی تھا۔ اس نے تفرید الفروع نامی کتاب بھی تحریر کی تھی جس کا موضوع علم فقہ تھا۔ وہ صاحبان علم و ادب کا

بڑا قدردان تھا۔ اس نے غزنی میں ایک بڑی لائبریری تعمیر کروائی تھی جس میں بڑی تعداد میں کتب موجود تھیں۔ اس نے جامعہ بھی قائم کی تھی کہ جہاں مختلف علوم و فنون پڑھائے اور سکھائے جاتے تھے۔ سلطان کو فن تعمیر سے بھی دل چسپی تھی اس نے غزنی میں خوب صورت جامع مسجد تعمیر کروائی۔ محمود غزنوی نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور مختلف میادین میں مہارتوں کے حصول کے لیے اتالیقوں کا بھی انتظام کیا تھا۔ وہ شریعت اور قانون کی پاسداری کا اہتمام کرتا تھا۔ جنگ کے علاوہ ہندستان میں اس نے کسی مندر کو نہیں ڈھایا۔ اور جنگ کے بعد مال غنیمت پر فاتح کا قبضہ تو جنگ کا حصہ ہوتا ہے اس لیے اس اعتبار سے سلطان کو طعن کا نشانہ بنانا درست نہیں۔ کہ اس نے ہندستانی دولت پر قبضہ پایا۔ وہ ایک اچھا مخلص انسان تھا جو عدل، صاف دلی ورحم دلی، سخاوت جیسی صفات کا مالک تھا اور مذہب سے لگاؤ رکھتا تھا۔ وہ یقینی طور پر ایک عظیم اور قابل تعریف کردار رکھتا تھا۔ ڈاکٹر ناظم سلطان محمود غزنوی کے بارے لکھتے ہیں:

"As a man, he was affectionate , just, pure, kind, generous,devout and religious- a truly great and admirable character."[30]

حاصل بحث:

برصغیر پاک و ہند میں انگریز سرکار نے اپنی آمد، اقتدار اور حکومت کو جواز فراہم کرنے کے لیے جن ذرائع و وسائل کو استعمال کیا. ان میں تعلیم کا میدان (اور اس میں پھر تاریخ کا علم) بھی شامل ہے. انہوں نے نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ متعارف کروایا. اور اس بیانیہ میں جس شخصیت کو مرکزی حیثیت دی گئی وہ سلطان محمود غزنوی غزنوی کی شخصیت تھی. محمود غزنوی غزنوی کی ہندستانی مہمات کو اپنی مرضی کے مقاصد سے آراستہ کیا گیا اور اسکی شخصیت و کرادر کی ایسی بھیانک صورت گری (ڈاکو، لٹیرا، دولت کا پجاری، دولت کا رسیا وغیرہ کہا گیا) کی گئی . کہ پرائے تو پرائے اپنے بھی اس سے نفرت کرنے لگیں. ماضی (ڈاکٹر ناظم جیسے محقق و مورخ) وحال (رومیلا تھاپر جیسی فاضل محققہ) کے انصاف پسند مورخین نے نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ کی عدم ثقاہت اور حقائق سے دوری پر مہر تصدیق ثابت کی ہے. اور دلائل اور ثبوتوں کے ساتھ انکار دکیاہے. مقالہ ہذا میں غزنوی کی ہندستانی مہمات بارے نو آبادیاتی بیانیہ تاریخ کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ جس کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ محمود غزنوی اعلی اقدار کی مالک شخصیت کا حامل تھا. غزنوی کی شخصیت، اسکی علمیت، اسکی طرف سے اہل علم کی قدر وتوقیر اور ان سے مشاورت و رہنمائی لینا، جنگ میں بھی اصول واقدار کی پاسداری، بہترین انتظامی صلاحیتیں اور اسکی سخاوت اور عدل و انصاف کی بالاتری کا (غالب) جذبہ دیکھ کر اسے ڈاکو، لٹیرا، غاصب، دولت کا رسیا ، قاتل وغارت گر اور لوگوں کو زبردستی اسلام میں شامل کرنے پر مصر تسلیم کرنا محال دکھائی دیتا ہے. حقیقت یہ

ہے کہ نوآبادیاتی بیانیہ تاریخ کے تحت اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے غزنوی کی شخصیت اور کردار کی مخصوص تصویر کشی کی گئی. اور اس کے لیے تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم مساعی کا ارتکاب کیا گیا. اس بیانیہ تاریخ نے جو زہر گھولا برصغیر پاک وہند کی تاریخ ابھی تک اس سے چھٹکارا نہیں پا سکی. اسی طرح مقامی آبادی کے باہمی تعلقات میں غیر معمولی منافرت کا فروغ بھی اسی بیانیہ تاریخ کی عطا ہے. ضرورت اس امر کی ہے نوآبادیاتی بیانیہ تاریخ کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس کے مختلف میدانوں میں اثرات کو جانچا اور پرکھا جائے اور اس حوالہ سے قاری کے سامنے حقائق کو اپنی صورت کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے. تاکہ وہ صحیح معنوں میں اصل تاریخ سے متعارف ہو سکیں.

حوالہ جات

---

[1] Nizami,Khaliq Ahmed, Supplement to Elliot & Dowson's History of India, 1981, Idara Adabbiyat Delli,1981, Vol II, P.1

[2] Romila Thapar, Somanatha the Many Voices of a History, 2008, Penguin Books, India, P.171

[3] Keene H.G, History of India, 1893, W H Allen & Co Limited, London, 447/1

[4] Elliot and Dowson, History of India as told by its own Historians, 1976, Islamic Book Service, Lahore, 434-78/2

[5] گردیزی، ابوسعید عبدالحیٔ الضحاک بن محمود، زین الاخبار، کتابخانہ ادب، خیابان شاہ آباد، طہران (ایران)، س ن، ص69-49

[6] میر خواند، محمد بن سید، برہان الدین، تاریخ روضۃ الصفاء، موسسۃ چاپ وانتشارات پیروز، تہران، ایران، س ن، 4/ 102- 100

[7] Elliot and Dowson, History of India as told by its own Historians, 434/2

[8] Lane Poole, Stanley, Mediaeval India, 1997, Sang-e- Meel Publications, Lahore, P.54

[9] Lethbridge, Sir Roper, History of India, 1896, Macmillan and Co Ltd, New York, P.34

[10] Ibid

[11] Marsdan, E, History of India for Junior Classes, 1941, Macmillan and Co, Limited, London, P.43

[12] Allen, J.C, Heroes of Indian History, 1912, Longmans, Green, and Co, Bombay, P.50

[13] Ibid

[14] Romila Thapar, Somanatha, P.169

[15] Ibid, P.170

[16] Allen, J.C, A Narrative of Indian History, 1915, Longmans, Green, and Co, Bombay, P.58

[17] ندوی، سید سلیمان، عرب وہند کے تعلقات، مشعل بکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، 2004ء، ص146-145

[18] نجیب آبادی، اکبر شاہ، آیئنہ حقیقت نما، مکتبہ عبرت، نجیب آباد، انڈیا، 1921ء، ص240 - 188، حصہ اول

[19] Topa, Ishwara, Politics in Pre – Mughal Times, 1938, Kitabistan, Allahabad and London, P.45

[20] نجیب آبادی، اکبر شاہ، آیئنہ حقیقت نما، ص197، حصہ اول

[21] Nazim, Muhammad, The life and times of Sultan Mahmud of Ghazna, 1931, Camridge university press, p.163
[22] ibid, p.151)
[23] Romila Thapar, Somanatha, P. 225-226
[24] Ibid, P.122

[25] نجیب آبادی، اکبر شاہ، آیئنہ حقیقت نما، ص141-140، حصہ اول

[26] Romila Thapar, Somanatha, P. 185

[27] Ibid, P.173

[28] Ishwari Prasad, History of Mediaval India, 1933, Indian press Allahabad, India, P.115
[29] Vaidya, C.V, History of Mediaeval Hindu India, 1926, Chintaman Vinayak VaidyaPoona, India, Vol: iii P.99-100
[30] Nazim, Muhammad, The life and times of Sultan Mahmud of Ghaznم،a, p.170